فلسطین اور شیطانی منصوبہ

عبدالغفار عزیز

گولڈا مائیر ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کی چوتھی وزیراعظم تھی۔ وہ ۱۸۹۸ء میں روس میں پیدا ہوئی، لڑکپن میں امریکا چلی گئی اور ۱۹۲۱ء میں فلسطین میں منتقل ہوگئی۔ فلسطین پر قبضہ کرکے بنائی جانے والی ریاست کی سفیر پھر وزیرخارجہ اور ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۴ء تک وزیراعظم رہی۔ کئی حوالوں سے اس کی شخصیت اور اس کا دور بہت اہم ہے۔ حال ہی میں اس کا ایک وڈیو انٹرویو دیکھنے کا موقع ملا، جس میں وہ ۱۹۴۸ء سے پہلے کے فلسطین کا تفصیلی احوال بیان کرتی ہے۔ وہ اعتراف کرتی ہے کہ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۴۸ء تک وہ خود بھی فلسطینی پاسپورٹ رکھتی تھی۔ فلسطین، اس پر قائم کی جانے والی غاصبانہ ریاست اور فلسطینی عوام کے بارے میں اس کے کئی اقوال بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ اس سے پوچھا گیا کہ آپ کی زندگی کا خوف ناک ترین دن کون سا تھا اور سب سے خوش گوار دن کون سا؟ اس نے کہا کہ خوف ناک ترین دن ۲۱؍اگست ۱۹۶۹ء کا تھا جب مسجد اقصیٰ کے جلائے جانے کا واقعہ پیش آیا۔ میں ساری رات سو نہیں سکی۔ مجھے لگتا تھا کہ کسی بھی وقت ہر طرف سے عرب فوجیں ہم پر ٹوٹ پڑیں گی۔ اور خوش گوار دن اس سے اگلا روز تھا، جب ہمیں تسلی ہوگئی کہ فوج کشی تو کجا کسی عرب حکومت نے اس کا سنجیدہ نوٹس بھی نہیں لیا۔ پھر وہ کہتی ہے کہ ہمیں ان عربوں سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، البتہ ہمیں اس دن سے ضرور ڈرنا چاہیے کہ ’’جب ان کی مسجدوں میں نمازِ فجر کے لیے اتنے لوگ آنا شروع ہوجائیں گے جتنے لوگ ان کی نمازِ جمعہ میں آتے ہیں‘‘۔

۲۸ جنوری ۲۰۲۰ء کو امریکی صدر ٹرمپ اور صہیونی وزیراعظم نتن یاہو نے فلسطین کے بارے میں اپنا ایک اہم منصوبہ پیش کرتے ہوئے اسے ’صدی کا سب سے بڑا سودا‘ (Deal of

the Century) قرار دیا۔ اس دن سے فلسطین کے تمام شہروں میں ایک نئی فلسطینی قوم سامنے آرہی ہے۔ الفجر العظیم کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے فلسطینی عوام، ہزاروں کی تعداد میں نمازِ فجر مساجد میں ادا کرتے ہیں۔ کئی شہروں میں یہ تعداد نماز جمعہ ہی نہیں، عید کے اجتماعات سے بھی بڑھ جاتی ہے اور مساجد سے باہر سڑکوں پر دور دور تک نمازی اُمڈ آتے ہیں۔ یہ اجتماعات صرف گولڈا مائیر کے طعنے ہی کا جواب نہیں، بلکہ نتن یاہو (عربی زبان میں نتن کا مطلب مردار کی بدبو ہے) کے اس اعلان کا بھی عملی جواب ہے کہ ''اسرائیل اب ایک یہودی ریاست ہے اور پورے کا پورا بیت المقدس اس کا ابدی اور ناقابل تقسیم دارالحکومت ہے''۔

صدر ٹرمپ کے اعلان کردہ منصوبے کی بازگشت گذشتہ تقریباً تین سال سے سنائی دے رہی تھی، لیکن جب تفصیل سامنے آئی تو وہ تحصیلِ حاصل بلکہ کسی ناجائز مردہ بچے کی ولادت سے زیادہ کچھ نہ نکلی۔ کوئی بھی معاہدہ یا سودا ایک سے زیادہ فریقوں کے مابین ہوتا ہے، جب کہ یہاں صرف ایک ناجائز قابض اور اس کے سرپرست کے سوا کوئی دوسرا فریق تھا ہی نہیں۔ ٹرمپ، نتن یاہو منصوبے میں وہ تمام تکلفات بھی برطرف کردیے گئے ہیں، جو گذشتہ ۷۲ سال سے دنیا کو دھوکا دینے کے لیے برتے جارہے تھے۔ پہلے بیت المقدس کو متنازعہ تسلیم کرنے کا ڈھونگ رچایا جاتا تھا۔ سرزمین فلسطین پر اس کے اصل شہریوں کا حقِ وجود تسلیم کرتے ہوئے ان کے لیے ایک آزاد ریاست تشکیل دینے کا وعدہ کیا جاتا تھا۔ صہیونی نوآبادیوں کو غیر قانونی قرار دیا جاتا تھا۔ گولان کے علاقے کو اسرائیل کے زیر تسلط شامی علاقہ مانا جاتا تھا۔ اب صہیونی جارحیت کے مکروہ عریاں بدن پر باقی یہ بچی کھچی دھجیاں بھی نوچ پھینکی گئی ہیں۔ ٹرمپ فخریہ انداز سے ان اقدامات کو اپنا تاریخی کارنامہ قرار دے رہا ہے کہ اس نے امریکی سفارت خانہ بیت المقدس منتقل کرکے پورے بیت المقدس کو صہیونی علاقہ تسلیم کرلیا۔ اس نے گولان کو اسرائیلی علاقہ قرار دے دیا۔ اور اب وہ صدی کے اس سب سے بڑے سودے کا اعلان کرتے ہوئے، اس قدیم تنازعے کا باب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کررہا ہے۔

البتہ فلسطین اور دنیا کو اب بھی یہ دھوکا دینے کی کوشش ضرور کی گئی ہے کہ باقی ماندہ فلسطینیوں کے لیے ایک فلسطینی ریاست بھی تشکیل دی جائے گی۔ اس سراب ریاست کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے فلسطینی عوام کو چار سال تک یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس سمیت

۸۵ فی صد سرزمین فلسطین پر صہیونی قبضہ تسلیم کرتے ہیں۔ ساری مسلم دنیا سے بھی یہ حقیقت منوانے کے بعد بالآخر کئی ٹکڑیوں میں تقسیم کیے گئے، کٹے پھٹے فلسطینی علاقے پر ایک ایسی ریاست قائم کی جائے گی جس کے شہریوں کا باہمی رابطہ بھی زیرزمین سرنگوں یا صہیونی چیک پوسٹوں کی اجازت سے مشروط گزرگاہوں کے ذریعے ہی ممکن ہوسکے گا۔ اس ریاست کی نہ اپنی فوج ہوگی، نہ وہ کوئی دفاعی اسلحہ رکھ سکے گی، نہ اس کی کوئی اپنی خارجہ پالیسی ہوگی۔ اس کا اصل ہدف اور ذمہ داری یہ ہوگی کہ وہ وہاں بسنے والے فلسطینی شہریوں کو صہیونی ریاست کے خلاف کسی بھی کارروائی سے باز رکھے۔ اگر یہ سب شرائط پوری کردی گئیں تو پھر پانچ سال کی مدت تک اسے ۵۰/ارب ڈالر کی امداد کی بتی کے پیچھے دوڑایا جاتا رہے گا تاکہ فلسطینی ریاست کے ڈرامے میں مزید رنگ آمیزی کی جاسکے۔

یہ سارا معاہدہ ایک ایسا دھوکا اور ناقابلِ عمل منصوبہ ہے کہ جسے خود کئی اسرائیلی رہنماؤں اور تجزیہ نگاروں نے بھی مسترد کر دیا ہے۔ درجنوں اسرائیلی تجزیہ نگاروں نے ٹرمپ، نتن یاہو پر یہ پھبتی کسی ہے کہ انھوں نے اپنی حماقت سے مسئلہ فلسطین کو ایک بار پھر دنیا کا موضوعِ سخن بنادیا ہے۔ پورا منصوبہ اس کے بنانے والوں کی زمینی حقائق سے لاعلمی کی دلیل قرار دیا جارہا ہے۔ ایک اسرائیلی تجزیہ نگار یہودا شاؤول اسے ناقابلِ عمل دھوکا دہی قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے ''جسے صدی کا بڑا سودا قرار دیا جارہا ہے وہ بعینہٖ آج سے ۴۰ سال پہلے متتیا ہوڈروپلس نامی صہیونی دانش ور نے بھی پیش کیا تھا۔ وہ یہودی نوآبادیوں کی تعمیر کا ایک اہم ذمہ دار تھا، لیکن وہ ٹرمپ اور اس کے (یہودی) داماد کو چنر سے زیادہ انصاف پسند تھا۔ اس نے فلسطینیوں کے لیے مجوزہ انتظامات کو کم از کم ریاست کا نام نہیں دیا تھا''۔ گویا اگر یہ قابلِ عمل ہوتا تو ۴۰ سال پہلے نافذ ہوجاتا۔ وہ جانتا تھا کہ اس انتظام پر فلسطینی ریاست کا نام چسپاں کرنا ایک تہمت ہوگی۔

کئی اسرائیلی اور مغربی اخبارات وتجزیہ نگاروں نے اس منصوبے کا اصل مقصد ٹرمپ کی اپنی صدارتی مہم اور نتن یاہو کی اپنی انتخابی مہم کا حصّہ قرار دیا ہے۔ واضح رہے کہ 'اسرائیل' میں ہونے والے حالیہ انتخابات میں کوئی بھی جماعت اس قابل نہیں ہوسکی کہ وہ اکیلی یا دوسروں کے ساتھ مل کر حکومت سازی کرسکے۔ اب ۲ مارچ کو ایک بار پھر انتخاب ہونا ہے اور نتن یاہو اس میں اکثریت حاصل کرنے کے لیے بے تاب ہے۔ اس کی بے تابی کی ایک بنیادی وجہ اس کے خلاف

ثابت ہوجانے والے بڑی کرپشن کے چار مقدمات ہیں۔ اس کی کوشش ہے کہ واضح اکثریت سے کامیابی حاصل کرنے کے بعد اسمبلی کے ذریعے ایسی قانون سازی کرسکے جو اسے سزا سے محفوظ رکھ سکے۔ اسرائیلی روزنامے ھآرٹز برطانوی اخبار دی گارڈین کے حوالے سے لکھتا ہے کہ ''صدر ٹرمپ سے یہ اعلان کروانے میں دیگر لوگوں کے علاوہ ایک بنیادی کردار شیلڈن اولسن نامی ایک امریکی جواری اور اس کی اہلیہ کا ہے۔ انھوں نے ٹرمپ کی انتخابی مہم کے لیے ۱۰۰ ملین ڈالر کا چندہ بھی دیا ہے۔ امریکی سفارت خانہ بیت المقدس منتقل کروانے میں بھی ان دونوں کا اہم کردار تھا''۔

امریکی پالیسی اور صہیونی عیاری کو دیکھیں تو گذشتہ ۱۰۰ سال سے وہ ایک جانب فلسطینی عوام کے حقوق مسلسل اور مرحلہ وار غصب کرتے چلے جار ہے ہیں، اور دوسری طرف فلسطینی ذمہ داران اور دنیا کو وعدۂ فردا کے لالچ پر ٹرخاتے چلے جارہے ہیں۔ ذرا ۱۹۹۳ء میں ہونے والے معاہدہ اوسلو پر ایک نگاہ دوڑائیے۔ اس وقت بھی اس معاہدے کو تاریخ ساز معاہدہ قرار دیتے ہوئے پورے خطے میں امن کی نوید سنائی گئی تھی۔ اس معاہدے کا ایک اہم کردار حالیہ فلسطینی 'صدر' محمود عباس تھے۔ انھوں نے اس معاہدے کے بارے میں ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل اپنی یادداشت لکھی ہے۔ 'طریق اوسلو' (اوسلو کا راستہ) کے عنوان سے لکھی گئی کتاب میں انھوں نے ناروے کے دارالحکومت اوسلو سے تقریباً ۱۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک قصبے سارپسبرگ میں کئی ہفتے جاری رہنے والے خفیہ مذاکرات کے بعد طے پانے والے معاہدے کی اندرونی کہانی بیان کی ہے۔ اپنی کتاب میں وہ صہیونی ریاست کے ساتھ درپیش آنے والے معاملات اور اس دوران حاصل ہونے والی 'اہم کامیابیوں' کا ذکر کرتے ہوئے صفحہ ۳۲۴ پر لکھتے ہیں کہ ''۱۹۸۸ء میں فلسطینی قومی مجلس کا اجلاس مراکش میں منعقد ہوا۔ اس دوران امریکی صدر بش نے مراکش کے شاہ حسن الثانی کے نام خصوصی خط میں اس مجلس کے لیے ایک خصوصی 'تحفہ' بھجوایا۔ تحفہ یہ تھا کہ ''امریکی انتظامیہ آج کے بعد فلسطینیوں کو صرف فلسطینی کہنے کے بجاے 'فلسطینی عوام' کہا کرے گی''۔ گویا اب سمجھو کہ بس تمھاری ریاست قائم ہونے جارہی ہے۔

محمود عباس جنھیں یاسر عرفات کو زہر دے کر مارنے کے بعد بڑی آؤ بھگت اور کئی اندرونی سازشیں کرتے ہوئے فلسطینی رہنما کا منصب دیا گیا تھا، پہلے دن سے آزادیِ فلسطین کے

لیے کسی بھی طرح کی جہادی سرگرمی کے مخالف تھے۔ وہ ہمیشہ اعلان کیا کرتے تھے کہ ان کا اصل مقصد ''إنهاءُ عَسْكَرَةِ الْاِنْتِفَاضَة: تحریکِ انتفاضہ سے عسکریت کا خاتمہ'' ہے۔ وہ مسلسل اپنے صہیونی دوستوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ فلسطینی عوام کو بھی ہمیشہ یہی باور کرواتے رہے کہ ہم بہت کچھ حاصل کر رہے ہیں۔ اپنی اسی کتاب میں وہ اوسلو معاہدے کی شقوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''معاہدے کی شق ۷ میں فلسطینی اتھارٹی کو بجلی، پانی، ماحولیات، پٹوار خانے اور بندرگاہ کے انتظامات دیے گئے ہیں۔ ان سارے اختیارات میں اس خودمختاری کے کافی پہلو شامل ہیں، جو ہم مستقبل میں حاصل کرنا چاہتے ہیں''۔ بیت المقدس کے مستقبل کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بیت المقدس کو اسرائیلی پارلیمنٹ کنیسٹ کے ایک فیصلے کے تحت اسرائیلی سرزمین کا حصّہ قرار دیا گیا تھا۔ اب اوسلو معاہدے میں بیت المقدس کو حتمی مذاکرات کے ایجنڈے میں شامل کرلیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ایک متنازعہ مسئلہ ہے''۔

محمود عباس اپنی کتاب میں ایک طرف اس طرح کے بودے دلائل دیتے ہوئے صہیونی انتظامیہ سے ہونے والے معاہدوں کو خوش نما بنا کر پیش کرتے ہیں اور دوسری طرف ان مذاکرات اور معاہدے پر دستخط ہونے کے آخری لمحے تک، صہیونی ذمہ داران کی طرف سے ضد اور ہٹ دھرمی کی مثالیں پیش کر رہے ہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں کہ اسرائیل نے تنظیم آزادی فلسطین کو بحیثیت فریق ثانی قبول نہیں کیا تھا۔ سارے مذاکرات اسرائیل اور 'اُردنی و فلسطینی مشترک وفد' کے مابین ہوئے۔ معاہدہ تیار ہوگیا تو گویا اسرائیل نے تنظیم آزادی فلسطین کی قانونی حیثیت کو تسلیم کرلیا۔ اس موقعے پر یاسر عرفات نے تجویز پیش کی کہ معاہدے کے آخر میں تنظیم کا نام ثبت کیا جائے۔ انھوں نے اپنی کتاب میں اس ساری شٹل ڈپلومیسی کی تفصیل بھی لکھی ہے، جو تنظیم آزادی فلسطین کا نام لکھنے کے لیے کی گئی۔ اس ضمن میں کی گئی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں تو یاسر عرفات نے معاہدے پر دستخط کی تقریب میں شریک نہ ہونے کی دھمکی دے دی۔ اس دوران صبح ۹ بجے اہم امریکی ذمہ دار جیمز بیکر عرفات کی اقامت گاہ پر آئے۔ انھوں نے پوچھا معاہدے پر دستخط کس وقت ہونا ہیں؟ عرفات نے بتایا کہ گیارہ بجے صبح۔ بیکر نے کہا اسرائیلی وفد ۱۰:۵۸ پر راضی ہوجائے گا۔ پھر ایسا ہی ہوا، معاہدے سے چند لمحے قبل اسرئیل نے ترمیم قبول کرنے کا عندیہ دے دیا۔ میزیں سج گئیں،

دستخط کرنے سے قبل ہم نے مسودہ دیکھنے کا تقاضا کیا، تو اس پر حسب سابق شمعون پیریز از حکومت اسرائیل اور محمود عباس از فلسطینی وفد لکھا ہوا تھا۔ میں نے پھر واضح طور پر کہا کہ یاسر عرفات اسے کسی طور قبول نہیں کریں گے، بالآخر مزید ردوکد کے بعد کہا گیا کہ محمود عباس دستخط کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے ترمیم کرتے ہوئے 'فلسطینی وفد' کا لفظ کاٹ کر تنظیم آزادی فلسطین لکھنا چاہیں تو لکھ لیں''۔

یہ ہے وہ کل حاصل محصول جو ان گذشتہ ۲۷ سالہ مظالم اور اس دوران امن مذاکرات اور معاہدوں کی دھوکا دہی کے ذریعے فلسطینی عوام کے ہاتھ آیا۔ 'ڈیل آف دی سنچری' سے پہلے بھی مذاکرات کے سیکڑوں دور ہوئے، درجنوں معاہدے ہوئے، روڈ میپ پیش کیے گئے، امن کانفرنسیں منعقد ہوئیں، لیکن عملاً ہر بار صہیونی جارحیت اور غاصبانہ قبضے میں مزید توسیع ہوئی اور فلسطینی عوام مزید تباہ و برباد کیے گئے۔ یاسر عرفات اپنے سارے اخلاص کے باوجود اسی مذاکراتی گورکھ دھندے اور صہیونی عیاری کی نذر ہو گئے۔ انھیں جتنا استعمال کیا جانا تھا، کیا گیا اور پھر بالآخر فرانس کے ایک ہسپتال میں زہر دے کر ان کی جان لے لی گئی۔ محمود عباس پہلے دن سے مشکوک قرار پائے۔ اپنے قریبی فلسطینی دوستوں کا اعتماد بھی حاصل نہ کر سکے۔ اب ان کے بارے میں بھی صہیونی اخبارات لکھنا شروع ہو گئے ہیں کہ ''محمود عباس کا اکلوتا ہدف خود کو یاسر عرفات کے انجام سے بچانا رہ گیا ہے''۔

ایک جانب یہ کھلی دھوکے بازی اور فریب ہے، اور دوسری جانب آج بھی کئی مسلم حکمران اپنے اقتدار کو دوام دینے کے لالچ میں اسی فریب کے جال میں گرفتار ہونے پر مصر ہیں۔ 'ڈیل آف دی سنچری' کا لفظ سب سے پہلے مصر کے خونی ڈکٹیٹر جنرل سیسی کی زبان سے سننے کو ملا تھا۔ اس نے ٹرمپ سے ملاقات کے دوران میں اس منصوبے کی مکمل حمایت کا اعلان کیا تھا۔ لیکن ٹرمپ، نتن یاہو کے اعلان کردہ منصوبے پر سامنے آنے والے ردعمل (بالخصوص فلسطینی عوام کی طرف سے) کی وجہ سے سیسی سمیت کوئی بھی عرب اور مسلمان حکمران اس کی حمایت کی جرأت نہ کر سکا۔ عرب لیگ کے ہنگامی اجلاس میں بھی اسے اتفاق رائے سے مسترد کرنا پڑا۔ اس کے باوجود کئی عرب حکمران اب بھی اسی صہیونی عطار سے دوا لینے پر مصر ہیں۔ سوڈان میں صدر عمر البشیر کا تختہ الٹ کر حکمران بننے والے جنرل عبدالفتاح البرہان نے اسی عرصے میں یوگنڈا کے دارالحکومت میں نتن یاہو سے خفیہ ملاقات کی ہے۔ یہ ملاقات اتنی خفیہ رکھی گئی کہ سوڈانی وزیر خارجہ سمیت اکثر وزرا نے اس سے

لاعلمی کا اظہار کیا۔صہیونی حکومت نے اپنی دیرینہ عیاری کا ثبوت دیتے ہوئے اس ملاقات کا بھانڈا خود ہی پھوڑ دیا ہے۔ اس پالیسی کے تحت وہ کئی عالمی شخصیات کے ساتھ کوئی خفیہ ڈیل کرتے ہیں اورانھیں شیشے میں اتار لینے کے بعد اسے بے نقاب کردیتے ہیں، تاکہ ایک طرف اسے بلیک میل کیا جاتا رہے اور دوسری طرف اس کے دیگر ہم جنس عناصر کو پھانسا جاسکے کہ اس ڈیل میں تم تنہا نہیں ہو۔

سوڈانی صدر کی یہ خفیہ ملاقات خفیہ نہ رہی، تو اس نے تاویل کی کہ سوڈان کو بلیک لسٹ سے نکالنے اور سوڈان پر عائد پابندیاں ختم کروانے کے لیے ملاقات کی ہے۔ اسرائیل ہماری مدد کرے گا۔ حالانکہ سوڈان کو دہشت گردی کے سرپرست ممالک کی فہرست سے نکالنے کا فیصلہ صدر ٹرمپ یا امریکی انتظامیہ نہیں، امریکی کانگریس ہی کرسکتی ہے۔ اسی طرح سوڈان پر ۶۰/ارب ڈالر کے قرض اور اقتصادی پابندیوں کا معاملہ پیرس کلب اور یورپی یونین کے پاس ہے، ٹرمپ یا نتن یاہو کے پاس نہیں۔ ایسے میں اسرائیل کے ساتھ پیار کی پینگیں بڑھانے کا کوئی ادنیٰ فائدہ بھی سوڈانی عوام کو کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ جنرل برہان، نتن یاہو ملاقات کے چندروز بعد ہی اسرائیلی ایئرلائن نے جنوبی امریکا اور افریقا کے کئی ممالک تک پہنچنے کے لیے اپنے جہاز سوڈان کی فضائی حدود سے گزارنا شروع کردیے۔ جنوبی امریکا جانے والی ان پروازوں کا سفر اس راستے سے گزرنے کی وجہ سے تقریباً تین گھنٹے کم ہوگیا جو اس کے لیے سیاسی اور نفسیاتی ہی نہیں، ایک بڑی اقتصادی کامیابی ہے۔ نتن یاہو نے اس کامیابی پر اظہارِ مسرت کرتے ہوئے کہا ''سوڈان اب تک ہمارے لیے ایک سیکورٹی خطرہ تھا، اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے سے اس خطرے کا سدباب بھی کیا جاسکے گا۔ اب کوئی سوڈانی صحرا سے گزرتے ہوئے غزہ کو اسلحہ سمگل کرنے کی کوشش نہیں کرسکے گا''۔

یہ وہی سوڈان ہے جس کے دارالحکومت خرطوم سے ۱۹۶۷ء میں عرب لیگ کے سربراہی اجلاس نے تین اہم پیغام دیے تھے۔ یہ اعلان 'اللاءاتُ الثّلاثۃ' کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔ کہا گیا تھا: لا للإعتراف، لا للتفاوض، لا سلام مع اسرائیل ''اسرائیل کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے، اسرائیل سے کوئی مذاکرات نہیں ہوں گے اور اسرائیل کے ساتھ کبھی امن (معاہدہ) نہیں ہوگا''۔

نتن یاہو کا مزید کہنا تھا: ''ہم اس وقت عرب اور مسلمان ملکوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں عروج تک پہنچ چکے ہیں۔ آپ کو اس وقت صرف سطحِ سمندر پر برفانی تودے کا اُوپری سرا

دکھائی دے رہا ہے، سمندر کی تہ تک پہنچنے والے اس تودے میں بہت سی کارروائیاں جاری ہیں جن سے پورے مشرق وسطیٰ کا چہرہ تبدیل ہوجائے گا۔ اس کے نتیجے میں اسرائیل عالمی اور علاقائی سطح پر ایک سپر پاور کی حیثیت سے اُبھرے گا، یہ ہماری کامیاب پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ ہم اسرائیل کو ایک بڑی قوت بنا چکے ہیں اور یہ سارے ممالک اس بڑی قوت کے ساتھ اپنے تعلقات قائم اور معاہدات تحریر کر رہے ہیں''۔

اب ایک طرف کئی حکمرانوں کی یہ خیانت اور اقتدار کا لالچ ہے اور دوسری جانب تمام تر مظالم کے باوجود آزادی اقصیٰ کے لیے مسلسل قربانیاں دینے والی فلسطینی قوم۔ اپنے ان اُمتیوں کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہر صاحب ایمان کے لیے ایک اہم پیغام رکھتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھا: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ، لِعَدُوِّهِمْ قَاهِرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ اِلَّا مَا أَصَابَهُمْ مِنْ لَأْوَاءٍ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللهِ وَأَيْنَ هُمْ؟ قَالَ: بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ وَاَكْنَافِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ''میری اُمت کا ایک گروہ ایسا ہوگا جو بہرصورت حق کے ساتھ مضبوطی سے جما رہے گا۔ اپنے دشمنوں کو زیر کرتا رہے گا، ان کی مخالفت کرنے والے انھیں تکالیف کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ وہ اسی طرح (ثابت قدم) رہیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حتمی فیصلہ آن پہنچے گا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا: یارسولؐ اللہ! یہ لوگ کہاں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ بیت المقدس اور اس کے گردونواح میں ہوں گے''۔

فلسطین کے ہر بچے کو یہ حدیث ازبر ہے اور اس کی روح اسی یقین سے سرشار ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی حقانیت اس سے زیادہ کیسے واضح ہوگی کہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا، دنیا کے ساری بڑی قوتیں، تمام خائن حکمران اور سارے صہیونی وسائل سرزمین اقصیٰ کو ہڑپ کرنے کی سرتوڑ کوششوں میں لگے ہیں، لیکن ان کا یہ خواب نہ پورا ہوسکا اور نہ ان شاء اللہ کبھی پورا ہوسکے گا۔ اہل فلسطین کو یقین ہے کہ فتح مبین اہل ایمان کا مقدر ہوکر رہے گی۔ غلیلوں اور پتھروں سے شروع کیا جانے والا ان کا سفر، تمام تر صعوبتوں کے باوجود اب جدید ہتھیاروں میں بدل چکا ہے۔ ●

● سینیٹ آف پاکستان کو اعزاز حاصل ہے کہ اس نے نام نہاد مذکورہ بالا امریکی، یہودی منصوبے کو مسترد کیا۔ اس حوالے سے سینیٹ کی منظور شدہ متفقہ قرارداد، ص ۱۰۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

قرارداد

سینیٹ آف پاکستان میں، ۱۷فروری ۲۰۲۰ء کو جماعت اسلامی خیبرپختونخوا کے امیر، سینیٹر مشتاق احمد خاں نے، نام نہاد 'ڈیل آف دی سینچری' کو مسترد کرنے کے لیے، سینیٹ میں حسب ذیل قرارداد پیش کی جسے پاکستان کی تمام سیاسی جماعتوں اور وفاق پاکستان کے اعلیٰ ترین قانون ساز ادارے نے متفقہ طور پر منظور کیا:

"The Senate of Pakistan:

Conscious of the obligations of the State of Pakistan under Article 40 of the Constitution of Pakistan, which provides that the State shall "promote international peace and security, foster goodwill and friendly relations among all nations and encourage the settlement of international disputes by peaceful means".

Aware of the moral obligations of the world community, including Pakistan, to stand for just, fair and peaceful resolution of Palestinian issue in the light of about two hundred UNGA and UNSC resolutions Committed to upholding and preserving the principles of freedom, justice, equity and fair play as enunciated by numerous instruments of international law Dismayed by the continued occupation of Palestinians' land by the Israel, detention of hundreds of Palestinians in Israeli jails ,and the relentless oppression of Palestinians by the Israeli forces Concerned by the so called "deal of the century" that tantamount to an instrument of humiliating surrender for the Palestinians before the oppressor and the aggressor Realizing the need for a just, fair and peaceful solution of the issue of Palestine in the light of UNGA and UNSC resolutions, including the establishment of a sovereign Palestinian State, safe return of all Palestinians to their homes and lands currently in illegitimate possession of Israeli settlers in breach of international law, and stopping the acts of aggression against Palestinians.

This House Calls upon the Government of Pakistan to:

i) Take steps for summoning an emergency Summit Meeting of the OIC to chalk out a consensus-based strategy, with due regard to the rights and legitimate interests of the Palestinian people as recognized by the international law, for amicable settlement of the Palestinian issue

ii) Take steps for summoning special session of the UN General Assembly to consider the constitution of an international Arbitration Commission, to hear the Palestinians and other stakeholders, and explore options for a peaceful resolution of the Palestinian issue, including the establishment of a sovereign Palestinian State, the safe return of Palestinian refugees to their homes and land currently under illegitimate occupation of Israelis, and immediate release of all Palestinians currently languishing in Israeli jails.

iii) Constitute a Special Committee of the parliamentarians, international law experts and representatives of human rights organizations, to visit Canada, Mexico, Latin and South America, the UK, the EU members, Russia, Turkey, China, Japan, Malaysia, Indonesia, Australia, African countries and Middle Eastern States as a global awareness campaign to sensitize the world community about the need for:

a) A peaceful and just solution to the Palestinian issue in the larger interest of world peace and security.

b) Continued aid and technical assistance to the Palestinians in the wake of the "Deal of the Century" that entails no more aid.